# علامہ محمد بن عبدالکریم شہرستانی پر روافض کی طرف میلان کی تہمت کا تحقیقی جائزہ

# A scientific study of Muhammad bin Abdul Karim al shehrastani .inclining towards Rawafiz

عبدالنافع *
ڈاکٹر صاحب اسلام **

*Abstract*

*Allama Abu al fatah Muhammad bin Abdul Karim Sharastani1086–1153 CE was one of the famous scholar of fifth century. He was expert of different ethics and ideologies. At one time he was an influential Persian historian of religions, a historiographer, Islamic scholar, philosopher and theologian. He had made a beautiful mixture of Philosophy and Sharia. He was writer of multy books. He wrote basic books of different themes and knowledge. AL milal wa al Nihal is one of the book which is not only famous in eastern scholars but western countries have also paid rich tributes to it.It is noted for its non-polemical style and scientific approach. Allah made him popular amongst the people in speech along with writings. Kings and ministers had bestowed upon him.His popularity had made an enmity in the hearts of some people. They accused him of different blames. One of the blame is that he was inclined towards "Rawafiz" and Philosophy. In this study we will present analysis of this blame.*

..............................................................................

* پی ایچ ڈی سکالر، شیخ زاید اسلامک سنٹر پشاور یونیورسٹی۔
** پروفیسر، شیخ زید اسلامک سنٹر، پشاور

ابو الفتح محمد بن عبد الکریم شہرستانی 479ھ-548ھ اسلامی دنیا کا ایک مشہور اور جامع عالم ہے۔ آپ بیک وقت فقیہ، محدث، مفسر، متکلم، اصولی، اور فلسفی تھے۔ آپ نے فلسفہ اور حکمت میں تخلیقی کام کر کے ان دونوں کو آپس میں ملایا۔ اسلامی فرقوں کے بارے میں آپ نے الملل والنحل تصنیف کیا جو کہ نہ صرف عرب و عجم میں مقبول ہے بلکہ اہل غرب کے نزدیک بھی ایک ایسی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے جس سے استغنا ممکن نہیں ہے۔ تحریر کے ساتھ ساتھ تقریر اور مواعظ میں بھی آپ اپنے زمانے میں مشہور اور مقبول تھے۔

علامہ شہرستانی چونکہ ایک مقبول عالم اور واعظ تھے۔ آپ نہ صرف عوام میں مقبول تھے بلکہ حکمرانوں کے ساتھ بھی آپ کو تقرب اور خصوصیت حاصل تھی۔ چنانچہ اس وقت کے سلطان سنجر ملک شاہ[1] اور وزیر ابو القاسم محمود بن المظفر المروزی کے ساتھ آپ کے قریبی مراسم تھے[2] ان خصوصیات کی بنا پر آپ کو لوگوں نے حسد کی وجہ سے مختلف الزاموں کے ساتھ متہم کیا تھا۔

ان الزامات میں سے ایک الزام یہ ہے کہ آپ فلاسفہ اور شیعہ کی طرف میلان رکھتے تھے۔ ذیل میں ہم اس الزام کی تحقیق کرتے ہیں۔

شیعہ کی طرف میلان کی تہمت:

بعض علماء نے آپ کو اس الزام پر متہم کیا ہے کہ آپ شیعہ کی طرف میلان رکھتے تھے۔ ان علماء کے اقوال یہ ہیں۔

1۔ علامہ خوارزمیؒ کہتے ہیں: وكان متهما بالميل إلى أهل القلاع، يعني الإسماعيلية.[3]

ترجمہ: آپ پر اسماعیلیہ کی طرف میلان کی تہمت تھی۔

2۔ امام سمعانی رحمہ اللہ:

امام سمعانی کہتے ہیں: غير انه كان متهماً بالميل الي اهل القلاع والدعوة اليهم.[4]

ترجمہ: اس کے علاوہ کہ وہ اسماعیلیہ کی طرف میلان رکھنے، ان کی طرف دعوت پر متہم تھے۔

بلکہ امام سمعانی اس سے بھی آگے بڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ غالی شیعہ تھے۔

آگے لکھتے ہیں: وهو متهم بالإلحاد والميل إليهم غال في التشيع.[5]

ترجمہ: وہ الحاد پر متہم تھے اور ان کی طرف میلان رکھتے تھے، غالی شیعہ تھے۔

3۔ امام ذہبیؒ کہتے ہیں: اتهم لمذهب الباطنية . باطنی مذہب رکھنے پر متہم تھے۔[6]

یہ تو علماء کے اقوال تھے کہ آپ باطنیہ کی طرف میلان رکھتے ہیں۔ اس میں محض اس تہمت کا بیان ہے۔ ان علماء نے کوئی دلیل پیش نہیں کی جو اس تہمت کو ثابت کرے۔

آپ کے تحریرات میں ایسی کوئی چیز ہے؟ جو اس بات پر دلالت کرے کہ آپ باطنیہ کی طرف میلان رکھتے تھے۔ اس کا ایک جائزہ لیتے ہیں۔

جب کوئی بھی مصنف کی تحریرات پر غور کرے گا تو اسے پتہ چلے گا کہ مصنف روافض کے افکار کی طرف میلان رکھتے تھے۔ مثال کے طور پر۔

1۔ اہل بیت کی، ان کی بعض ائمہ جیسا کہ محمد بن حنفیہ[7]، جعفر صادق رحمہا اللہ[8] کا ذکر کرنا اور ان کی صفات میں بہت زیادہ مبالغہ سے کام لینا۔

چنانچہ کہتے ہیں:

و خصّ الكتاب بحملة من عترته الطاهرة .......... و لقد كانت الصحابة رضى الله عنهم متفقين على أنّ علم القران مخصوص بأهل البيت ........... و قد قيل ليس شىء أبعد من عقول الرّجال من تفسير القران --- فهما فى القران هم أوتاد فى الأرض و أمان الأرض و ورثة الأنبياء و صفوة الكونين و خاصّته وحزبه و معادن حكمته و الحكام على خليقته.[9]

ترجمہ: اور اللہ نے کتاب کا علم پاک اولاد کے ساتھ خاص کیا ہے---۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اس پر متفق تھے کہ قرآن کا علم اہل بیت کے ساتھ مخصوص ہے-----۔ کہا گیا ہے کہ آدمیوں کی عقل سے جو چیز سب سے زیادہ بعید ہے وہ قرآن کا علم ہے۔ مگر ایسے لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن کا فہم دیا ہے، جو دنیا کی آبادی کا سبب ہے اور دنیا کے لیے باعث امن ہیں، انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں، دونوں جہانوں کے چنے ہوئے، اللہ کے خاص لوگ اور اللہ کا گروہ، حکمت کے معادن اور اللہ کے مخلوق پر حاکم ہیں۔

اسی طرح مصنف محمد بن حنفیہ کی صفت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقد قيل إنه كان مستودعا علم الإمامة حتى سلم الأمانة إلى أهلها.[10] کہا جاتا ہے کہ آپ محمد بن حنفیہ کو امامت کا علم امانۃً دیا گیا تھا یہاں تک کہ آپ نے امانت اپنے اہل تک پہنچایا۔

یعنی محمد بن حنفیہ کو امامت کا علم امانۃً دیا گیا تھا، جو آپ کو اپنے والد صاحب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملا تھا، تاکہ اسے اپنے حقداروں یعنی حسن اور حسین رضی اللہ عنہما تک پہنچائے۔ آپ کے نزدیک امامت وصی جس کو وصیت کی جاتی ہے کے ساتھ خاص ہے۔ ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ بعض کو امانۃً دیا جاتا ہے جیسا کہ محمد بن حنفیہ کو دیا گیا تھا تاکہ اسے اصل حقدار تک پہنچائے۔ اور بعض اس کے حقدار ہوتے ہیں۔ ایک دوسری جگہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں: کہ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے وصی تھے۔ رسالت موسیٰ اور ہارون علیہ السلام کے درمیان مشترک تھی۔ چونکہ ہارون علیہ السلام

موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ہی وفات پاگئے تھے اسی وجہ سے وصیت اور امامۃ یوشع بن نون کو منتقل ہوگئی امانۃً تاکہ اسے ہارون علیہ السلام کے بیٹوں شبیر اور شبر تک پہنچائے جو ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے اور قرار ہی نہیں پکڑا تھا۔ پھر اس کے بعد لکھتے ہیں:

وذلك أن الوصية والإمامة بعضها مستقر، و بعضها مستودع.[11]

ترجمہ: یہ اس لیے کہ وصیت اور امامت بعض ان کے قرار پاتے ہیں اور بعض امانۃً رکھ دیا جاتا ہے۔

یعنی امامت بعض اوصیاء میں قرار پاتے ہیں اور وہ خلیفہ بن جاتے ہیں اور بعض اسے امانۃً اپنے پاس رکھ دیتے ہیں اور اسے دوسروں تک پہنچاتے ہیں۔

یہ بعینہ روافض کا عقیدہ ہے کیونکہ روافض کے نزدیک امامت وصی کے ساتھ خاص ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی تھے۔[12] یہ عقیدہ انہوں نے عبد اللہ بن سبا یہودی سے لیا ہے۔ کیونکہ عبد اللہ بن سبا پہلے یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ یوشع بن نون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وصی تھا انہوں نے امامت ہارون علیہ السلام کے بیٹوں تک پہنچایا تھا۔ جب ابن سبا نے اسلام ظاہر کیا تو پھر یہ عقیدہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں رکھا۔[13]

امام جعفر صادق رحمہ اللہ کے صفات ذکر کیے ہیں لیکن ان میں بڑے مبالغے سے کام لیا ہے۔[14]

2۔ آپ کی وصیت اور اِمامۃ کے قول کی طرف میلان۔[15]

لکھتے ہیں:

كذالك من أقر بالنبوّة و قال محمد الرسول الله و لم يقر بشريعته و وصيّته بعده فقد ارتدّ على عقبه كافرا.[16]

ترجمہ: اسی طرح جس نے نبوت اور محمد ﷺ کی رسالت کا اقرار کیا اور آپ کی شریعت اور وصیت کا اقرار نہیں کیا تو وہ آپ کے بعد کافر ہو گیا۔

وصیت سے مراد نبی ﷺ کا وصیت بالامامۃ ہے کیونکہ روافض امامت کو وصی کے ساتھ جوڑتے ہیں۔

علامہ صاحب حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا واقعہ ذکر کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا نائب بنا کر کوہ طور چلا گیا۔ یہ دونوں بھائی رسالت میں مشترک تھے۔ ہارون علیہ السلام کے بارے میں بھی نص وارد ہوا تھا کہ وہ بھی رسالت میں آپ کے ساتھ مشترک ہے۔ ہارون علیہ السلام نے اپنی قوم کو حکم دیا کہ جو کوئی اس دروازے سے کلمہ حطۃ پڑھتے ہوئے داخل ہو جائے تو حکم ماننے کی وجہ

سے اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے لیکن انہوں نے آپ کا حکم نہیں مانا بلکہ اس نص اور حکم کو تبدیل کر دیا اور یہ نص تبدیل کرنا صاحب حق کے ساتھ ایک ظلم ہے، اسی وجہ سے یہ لوگ رسوا ہو گئے۔

اس کے بعد آپ کہتے ہیں کہ:

و لك أن تطبق الحال على الحال و توازن المقال بالمقال في هذه الأمة. [17]

ترجمہ: تمہیں چاہیے کہ تم اس امتامت محمدی کے حال اور قول کی مطابقت اس امت بنی اسرائیل کے ساتھ کرے۔

یہی معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا نائب ہارون علیہ السلام کو بنایا تھا اور آپ کو وصیت کیا تھا اور وہ آپ کے بعد امیر تھا، اسی طرح نبی ﷺ نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا وصی اور نائب بنایا تھا۔ جب اس امت نے آپ کا حکم نہ مانا اور وصیت پر عمل نہ کیا یعنی آپ کو خلیفہ بلا فصل نہیں بنایا تو ذلیل وخوار ہو گئے۔ یہ مطابقت اس لیے واضح ہے کہ نبی ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا کہ تمہاری نسبت میرے ساتھ اس طرح ہے جس طرح کہ ہارون علیہ السلام کی موسی علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ [18]

آگے اس عقیدے کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و طوائف من هذه الأمة قد أخذ الله عز و جل الميثاق بالنبوة وأخذ عليهم النبي الميثاق بالإمامة فنقضوا العهد والميثاق. [19]

ترجمہ: اس امت میں سے بعض گروہ ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے نبوت کا وعدہ لیا ہے اور رسول ﷺ نے امامت کا عہد لیا ہے تو انہوں نے اس وعدے کا توڑ لیا۔

جبکہ روافض کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ امامت ایک عہد ہے، جو اللہ تعالیٰ ہر مستحق سے لیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی یہ عہد لیا ہے کہتے ہیں:

باب إنّ الإمامة عهد من الله عزوجلّ معهود من واحد إلى واحدٍ.........باب ما نص الله عزوجل و رسوله على الأئمة. [20]

ترجمہ: باب ہے اس بارے میں کہ امامت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک وعدہ ہے جو ہر ایک مستحق سے لیا جاتا ہے ---- باب ہے اس بارے میں کہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ نے ائمہ پر تصریح کی ہے۔

3۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد جو اختلافات صحابہ کرامؓ کے درمیان واقع ہوئے تھے۔ ان سے زیادہ بحث کرنا۔ حضرت علیؓ کی دور خلافت کو خصوصیت کے ساتھ ذکر کرنا جبکہ خلفاء ثلاثہؓ کو چھوڑنا۔ اور یہ کہنا کہ حضرت علیؓ حق پر تھے اور حق آپ کے ساتھ تھا۔ [21]

4۔ نبی کریم ﷺ کے آباء واجداد خاص کر عبد المطلب کی تعریف میں غلو کرنا۔[22]

5۔ آپ نے علم کا اقتران امامت کے ساتھ کیا ہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی علم کے بارے میں بات کی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آپ کے علم کا اقرار کرتے تھے۔ یہ تمام چیزیں عقیدہ امامت کی طرف ایک تمہید ہے۔[23]

ان وجوہات اور دلائل پر غور کر کے ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں مصنف باطنیہ کی طرف مائل تھے اور باطنیہ کے بعض افکار کی طرف میلان رکھتے تھے۔

لیکن اس کے مقابل ایسے علماء بھی ہیں جو مصنف کی دفاع کرتے ہوئے اسے اس تہمت سے بریٔ الذمہ قرار دیتے ہیں۔ مثلاً

1۔ علامہ تاج الدین سبکیؒ۔ آپ نے علامہ شہرستانیؒ کی طرف سے جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ اس نے علامہ شہرستانیؒ کے تصانیف میں ایسا کچھ نہیں دیکھا جو اس تہمت پر دلالت کرے بلکہ وہ اس کے خلاف پر دلالت کرتا ہے اور اس تہمت کے متعلق لکھا ہے کہ یہ علامہ سمعانی کی کتاب میں کسی نے اپنی طرف سے داخل کیا ہے۔

چنانچہ کہتے ہیں:

فأما الذيل فلاشيء فيه من ذالك وأنما ذالك في التجبير وما أدري من أين ذالك لإبن السمعاني فإن تصانيف أبي الفتح دالة علي خلاف ذالك ويقع لي ان هذا دس علي ابن السمعاني في كتابه التحبير وإلا فلم يذكره في الذيل .[24]

اور ذیل امام سمعانی کی دوسری کتابمیں اس کے متعلق کچھ نہیں ہے اور یہ التجبیر میں ہے اور مجھے پتہ نہیں ہے کہ ابن سمعانی نے ایسا کیوں لکھا ہے کیونکہ ابو الفتح کے تصانیف اس کے خلاف پر دلالت کرتے ہیں اور میرا خیال ہے کہ یہ سمعانی کی کتاب التحبیر میں کسی نے دس کیا ہے کیونکہ کتاب الذیل میں ایسا کچھ نہیں ہے۔

لیکن اوپر ہم نے حقیقت بیان کی کہ آپ کے کتابوں میں ایسا بہت کچھ ہے جو اس پر دلالت کرتا ہے کہ مصنف روافض کی طرف میلان رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے علامہ سمعانی نے اس کی تصدیق کر دی۔ پھر دَس اور تحریف کہاں سے آئی۔

2۔ علامہ ابن حجر کہتے ہیں:

فلعله كان يبدو منه ذالك علي طريق الجدل أو كان قلبه اشرب محبة مقالتهم لكثرة نظرة فيها والله اعلم .[25] ترجمہ: اور شاید یہ آپ سے جدل کے طریقے پر صادر ہوا تھا یا آپ کے دل میں ان کے مقالات کا محبت بہت زیادہ تھا کیونکہ آپ ان کی مقالات کو کثرت سے مطالعہ کرتا تھا۔

یعنی علامہ صاحب شیعہ باطنیہ پر تنقید کرتے تھے۔ اسی تنقید کے لیے ان کے عقائد نقل کرتے تھے۔ یہ نہیں کہ وہی آپ کا عقیدہ بھی تھا۔ صرف ان کو نقل کرتے تھے۔ کتاب پڑھنے والے نے گمان کیا کہ یہ بھی آپ کا عقیدہ ہے۔

3۔ آپ کی دفاع کرنے والوں میں سہیر محمد مختار ہے۔ آپ نے اس تہمت کو حسد اور بغض کا نتیجہ قرار دے دیا ہے۔ کہتے ہیں:
وقد يرجع تحامل الخوارزمي وغيره من علماء عصره عليه إلي ماكان لمتكلمنا الصوفي من مكانةٍ مرموقةٍ عندالحكام والسلاطين ولما كان لمؤلفاته من الزيوع والشمول فقد كان مقربا للسلطان سنجر ملك شاه كما كان محبوباً من نقيب ترمذ.[26]

ترجمہ: اور امام خوارزمیؒ وغیرہ ہم عصر علماء کی شہرستانی کے ساتھ حسد کا رجع اس طرف آتا ہے کہ علامہ صاحب کا حکام اور سلاطین کے نزدیک بڑا مرتبہ تھا اور آپ کے تصنیفات مشہور اور معروف تھے اور آپ سلطان سنجر ملک شاہ کے مقرب خاص اور ترمذ کی سردار کے محبوب تھے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی رائے آپ کے متعلق معتدل تھی چنانچہ وہ لکھتے ہیں:
إن الشهرستاني من أشهر المتعصبين علي الإمامية فليس كذالك بل يميل كثيراً إلي أشياء من أمورهم بل يذكر أحياناً أشياء من كلام الإسماعيلية الباطنية منهم ويوجهه ولذا اتهمه الناس بأنه من الإسماعيلية وان لم يكن الامر كذالك فقد ذكرمن اتهمه شواهد من كلامه وسيرته وقد يقال: هو مع الشيعة بوجه ومع أصحاب الأشعري بوجه ٍ وبالجمله فالشهرستاني يظهر الميل الي الشيعة إما بباطنه وإما مداهنة لهم .[27]

یہ قول کہ علامہ شہرستانی امامیہ کے بارے میں سخت متعصب تھے تو یہ بات غلط ہے بلکہ وہ ان کی اکثر امور کی طرف صرف میلان رکھتے تھے بلکہ وہ کبھی کبھی اسماعیلیہ باطنیہ کی کوئی چیز ذکر کرتے اور اس کی تاویل کرتے تھے اسی وجہ سے لوگوں نے آپ کو اسماعیلیت سے متہم کیا اگرچہ معاملہ ایسا نہیں تھا۔ جس نے آپ کو متہم کیا ہے انہوں نے دلیل میں آپ کی کلام اور سیرت سے دلائل پیش کئے ہیں کہا جاتا ہے کہ آپ من وجہ شیعہ کے ساتھ تھے اور من وجہ امام اشعری کے ساتھ تھے تو شہرستانی شیعہ کی طرف میلان رکھتے ہیں یا باطناً یا مداہنتاً۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور مصنف کے تحریرات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے اگرچہ شیعہ، باطنیہ کے عقائد اختیار نہیں کیے تھے، اور بالکل ان کا ایک فرد نہیں تھے، لیکن ان کی طرف میلان رکھتے تھے۔

یہ تو آپ کی اس تہمت سے بری ہونے کے بارے میں علماء کے اقوال تھے۔ آپ کے تحریرات میں بھی ایسے دلائل موجود ہیں جو آپ کو اس تہمت سے بری الذمہ قرار دیتے ہیں۔

تہمت کے متناقض دلائل:

مصنف کی کتابوں میں ایسی بہت سے شواہد ہیں جو اس تہمت کو کمزور کر دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ روافض کے متعلق آپ کا جو موقف ہے وہ اس بات پر دلیل ہے کہ مصنف کا باطنیہ اور روافض کی طرف میلان نہیں تھا۔

روافض کے متعلق آپ کا موقف:

نہایۃ الاقدام میں آپ نے روافض کے بعض آراء ذکر کیے ہیں پھر اس پر رد کیا ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ روافض کی طرف میلان نہیں رکھتے تھے۔ اسی طرح کتاب الملل والنحل میں آپ نے روافض کے بہت سے آراء اور عقائد نقل کیے ہیں پھر اس پر رد کیا ہے۔ مثال کے طور پر،

اہل بیت کے ائمہ کی برأت: شیعوں نے جو کچھ اپنی اماموں کے متعلق لکھا ہے ان سے اہل بیت کے ائمہ نے برأت کیا ہے خاص کر امام جعفر صادق کا۔ اس کو مصنف نے نقل کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

وقد تبرأ أي جعفر الصادق عما كان ينسب اليه بعض الغلاة وبرئ منهم ولعنهم وبرئ من خصائص مذاهب الرافضة ـــ والرجعة والبداء والتناسخ والحلول والتشبيه ، لكن الشيعه بعده افترقوا وانتحل كل واحدٍ منهم مذهباً وأراد ان يروجه علي اصحابه فنسبه اليه وربطه به والسيد بريئ من ذالك ومن الاعتزال والقدر أيضاً۔[28]

امام جعفر صادقؒ نے ان سب سے براءت کیا ہے جو غالی شیعوں نے آپ کی طرف منسوب کیا ہے اور ان پر لعنت بھیجی ہے اور روافض کے مذاہب کی خصائص سے براءت کیا ہے جیسا کہ امام غائب سے متعلق عقیدہ، رجعۃ کا عقیدہ، بداء، تناسخ، حلول، اور تشبیہ۔ لیکن اس کے بعد شیعہ مختلف گروہوں میں بٹ گئے۔ ہر ایک نے اپنے لیے ایک مذہب بنالیا اور اس کو اپنے ساتھیوں پر نافذ کرنا چاہا۔ اور سید ان تمام سے بری ہے، اعتزال اور قدریت سے بھی۔

مصنف نے شیعوں کے بعض عقائد پر تنقید کی ہے اور اس کی کتاب و سنت کے ساتھ معارضے کو ثابت کیا ہے جیسا کہ صحابہ کے حق میں طعن، مہدی غائب، وغیرہ۔ صرف تنقید پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ اس کا خوب تمسخر اڑایا ہے اور اس کی تابعداری سے قاری کو منع کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

ثم ان الإمامية تحطت عن هذه الدرجة الي الوقيعة في كبار الصحابة طعناً وتكفيراً و أقله ظلماً وعدواناً وقد شهدت نصوص القران علي عدالتهم والرضاء عن جملتهم.[29]

ترجمہ: پھر امامیہ فرقہ اس درجے سے نیچے آگیا۔ اور اکابر صحابہ کے حق میں طعن، تکفیر اور ظلم و زیادتی سے کام لیا۔ جبکہ قرآن کے نصوص ان صحابہ کی عدالت پر دال ہیں اور ان سے اللہ تعالیٰ راضی ہے۔

پھر کہتے ہیں :و في ذالك دليل علي عظم قدرهم عند الله تعالي وكرامتهم ودرجتهم عند الرسول صلي الله عليه وسلم ـــ دين الطعن فيهم ونسبة الكفر اليهم وقد قال النبي عليه الصلوة والسلام :عشرة من أصحابي في الجنة . ........ وان نقلت هنات من بعضهم فكثيرة فليتدبرالنقل فإن أكاذيب الروافض كثيرة و إحداث المحديثين كثيرة. [30]

ترجمہ: اور اس میں ان کی اللہ تعالیٰ کے ہاں عظمت پر دلیل ہے اور رسول اللہ ﷺ کے نزدیک کرامت اور درجے کی دلیل ہے تو کاش یہ روافض کیوں ان صحابہ کے حق میں طعن کرتے ہیں اور ان کی طرف کفر کی نسبت کرتے ہیں اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ دس 10 صحابی میرے جنت میں ہوں گے۔ اگر روافض نے کچھ قسم کی باتیں لکھی ہیں تو سوچ لو۔ کیونکہ ان کے بہت زیادہ ہیں۔

مصنف نے یہ ثات کیا کہ روافض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں لعن طعن کرتے ہیں اور ان کے پیچھے برا بھلا کہتے ہیں۔ جبکہ یہ جائز نہیں ہے۔ اسی طرح یہ بھی کہا کہ روافض اکثر جھوٹے ہوتے ہیں۔ غلط بیانی سے کام لیتے ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ مصنف کا شیعہ اور روافض کے بارے میں موقف کیا ہے۔

مصنف نے یہ واضح کیا ہے کہ روافض اللہ تعالیٰ کی صفات میں غلو اور تقصیر سے کام لیتے ہیں بلکہ ان کے غالی شیعوں نے باطل مذاہب کے افکار اور آراء نقل کیے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

ثم الشيعة في هذه الشريعة وقعوا في غلو و تقصير أما الغلو فتشبيه بعض أئمتهم بالإله تعالي وتقدس اما التشبيه فتشبيه الإله بواحدٍ من الخلق.[31]

ترجمہ: پھر شیعہ اس شریعت میں غلو اور تقصیر میں پڑ گئے ہر چہ غلو ہے تو وہ بعض ائمہ کی تشبیہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے اور تشبیہ الٰہ کو مخلوق کے ساتھ مشابہہ کرنا ہے۔

پھر لکھتے ہیں:

لقد كان في كل أمّة من الأمم قوم مثل الأباحية والزنادقة والقرامطة كان تشويش ذالك الدين منهم وفتنة الناس مقصورة عليهم .[32]

البتہ امتوں میں سے ہر ایک امت میں ایک قوم ہوتا ہے جیسا کہ اباحیہ، زنادقہ، اور قرامطہ دین میں شکوک و شبہات پیدا کرتے ہیں اور لوگوں میں فتنہ پھیلانا ان کی وجہ سے ہوتا ہے۔

مصنف نے اپنی کتاب میں باطنیہ کے عقائد کا بطلان کیا ہے اور ان کے آراء پر تنقید کی ہے اور بات یہ ذکر کی ہے کہ یہ لوگ بہتر 72 فرقوں سے انکار کرتے ہیں۔ بلکہ اس کے اور باطنیہ کے درمیان مناظرے اور مناقشے بھی ہوئے ہیں جیسا کہ مصنف کہتے ہیں:

وكم قد ناظرت القوم علي المقدمات المذكورة فلم يتخطوا عن قولهم أفنحتاج اليك؟ او نسمع هذا منك؟ او نتعلم منك؟ وكم قد ساهلت القوم في الإحتياج وقلت أين المحتاج إليه؟ [33]

ترجمہ: اور میں نے کئی دفعہ ان کے ساتھ مذکورہ مقدمات پر مناظرے کئے ہیں تو انہوں نے اس قول سے تجاوز نہیں کیا ہے کہ کیا ہم آپ کے محتاج ہیں؟ کیا ہم آپ سے یہ سن پائیں گے؟ کیا ہم آپ سے سیکھیں گے؟ اور قوم نے کتنی بار احتیاج میں تساہل سے کام لیا ہے۔ اور میں نے کہا کہ محتاج الیہ کہاں ہے؟

اگرچہ آپ کی کتابوں میں ایسے عبارات بھی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ خلافت کے مسئلہ میں روافض کی طرف میلان رکھتے تھے۔ لیکن ایسے عبارات بھی ہیں جو اہل السنۃ کے مسلک کی تائید کرتے ہیں۔ خلافت کے مسئلے میں آپ نے نہایۃ الإقدام میں اہل السنۃ کے موقف کا دفاع کیا ہے۔[34]

مصنف نے حدیث الافتراق ذکر کیا ہے۔ پھر فرقہ ناجیہ کی تعین کی ہے کہ اس سے مراد اہل السنۃ والجماعۃ ہے۔[35]

صحابہ کرامؓ کے بارے میں مصنف کا بیان:

مصنف کے بعض اقوال گزر چکے ہیں۔ جس میں اس نے شیعہ کی اس موقف پر سخت نکیر کی ہے جو انہوں نے صحابہ کرامؓ کے متعلق اختیار کیا ہے اور انکی عدالت میں گفتگو کی ہے اور اس پر بھی نکیر کی ہے کہ صحابہ پر طعن کو جائز قرار دیا جائے اور ان کی طرف غلط نسبت کی جائے اور ان کے بارے میں جو شبہات پیش کیے گئے ہیں ان کو رد کیا ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ یہ جھوٹے اور منگھڑت باتیں ہیں جنہیں کتابوں میں نقل کرنا مناسب نہیں ہے اور نہ اس پر قلم اٹھانا مناسب ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں:

وما تذكر الإمامية من سوء القول في الصحابة رضى الله عنهم وافتراء الأحاديث على الرسول فكل ذالك ترهات لايصلح أن تشحن بها الكتب أو يجري بها القلم.[36]

ترجمہ: امامیہ جو صحابہ کرامؓ کے بارے میں بدکلامی سے کام لیتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹے احادیث منسوب کرتے ہیں تو یہ سب کچھ من گھڑت ہیں۔ مناسب نہیں ہے کہ اسے کتابوں میں نقل کی جائے یا اس کے متعلق کچھ لکھا جائے۔

بلکہ یہ واضح کیا ہے کہ جو کچھ صحابہ کرامؓ سے منقول ہیں اور جو کوئی ان کی عدالت میں عیوب نکالتے ہیں ان پر لعن طعن کرتے ہیں یہ روافض کی طرف سے جھوٹ اور افتراء ہے اور قاری کو متنبہ کیا ہے کہ وہ اس نقل میں تدبر سے کام لے۔

مندرجہ بالا بحث کو سامنے رکھ کر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ:

مصنف کا موقف مضطرب معلوم ہوتا ہے۔ بعض بیانات سے آپ کا روافض کی طرف میلان معلوم ہوتا ہے جبکہ بعض تحریرات اس کے خلاف معلوم ہوتے ہیں۔ اس لیے

1۔ علامہ شہرستانی رحمہ اللہ بالکلیہ باطنیہ کی طرف میلان نہیں رکھتے تھے لیکن بعض جزوی مسائل میں ان کی طرف میلان موجود تھا جن کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے۔ اسی وجہ سے علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول اس بابت زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

2۔ علامہ شہرستانی رحمہ اللہ دل سے روافض کی طرف میلان نہیں رکھتے تھے۔ ترمذ کا وزیر ابوالقاسم علی بن جعفر الموسوی رافضی تھا۔ علامہ صاحب اس کے مقرب تھے۔ اس کی فرمائش پر آپ نے الملل والنحل لکھا تھا اور اس کے بعد مفاتیح الأسرار لکھا تھا۔[37] دونوں کتابوں کی تالیف کا زمانہ ایک دوسرے کے قریب ہے۔ دونوں کتابیں آپ نے اس وزیر کے زیر اثر لکھے تھے جو کہ رافضی تھا۔ اسی وجہ سے ان کتابوں میں روافض کی طرف میلان کا شبہہ پایا جاتا ہے۔ لیکن نہایۃ الإقدام آپ کی آخری کتاب ہے جو آپ نے اخیر عمر میں لکھا تھا کیونکہ اس کتاب میں آپ نے الملل والنحل پر حوالے دئے ہیں۔[38] اس وقت اپنے وطن میں تھے۔ اس کتاب میں آپ نے شیعہ اور روافض کی تردید کرکے اہل السنۃ کے مسلک کی تائید کی ہے۔ اس لیے آپ کے عقائد پر یہ کتاب مضبوط دلیل ہے۔ وہ حوالے جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ علامہ صاحب روافض کی طرف میلان رکھتے تھے سارے کے سارے الملل والنحل اور مفاتیح الأسرار سے ماخوذ ہیں، جبکہ نہایۃ الإقدام میں ایسا کچھ نہیں ہے جن سے علامہ صاحب کی روافض کی طرف میلان ظاہر ہوتا ہو، بلکہ اس کتاب میں آپ نے اہل السنۃ کے مسلک کی مکمل تائید کی ہے۔ تو یہ اس بات پر دلیل ہے کہ آپ اہل السنۃ والجماعۃ کا موقف رکھتے ہیں۔ اگر پہلے روافض کی طرف میلان موجود تھا لیکن اس سے آپ نے رجوع کر لیا تھا۔

حواشی

1۔ آپ کا نام سلطان معزالدین سنجر بن سلطان ملک شاہ بن ابی رسلان الترکی السلجوقی ہے۔ خراسان اور ماوراء النھر پر حاکم تھے۔ کریم، سخی، شفیق اور رعایہ کا خیال رکھنے والے تھے۔ ساٹھ ٦٠ سال تک حکومت کی۔ 479ھ میں پیدا ہوئے اور 552ھ میں وفات پاگئے۔ شذرات الذھب ج4 ص 161

2۔ آپ کا نام محمود بن المظفر بن عبدالملک المروزی ہے۔ مرو کے رہنے والے تھے۔ سلطان سنجر کے وزیر تھے۔ 466ھ میں پیدا ہوئے 533ھ میں وفات پاگئے۔ ابوالظفر سمعانی سے علم فقہ حاصل کیا۔ فقیہ، مناظر اور علوم اوائل کے عالم تھے۔ صوم وصلوۃ کے پابند تھے۔ اخری عمر میں وزارت سے معزول کردئے گئے۔ التحبیر فی المعجم الکبیر ج 2 ص288

3۔ عسقلانی، حافظ احمد ابن حجر، لسان المیزان، مطبوعہ مؤسسۃ الأعلمي للمطبوعات بیروت–لبنان 1971ھ ج5 ص263

4۔ الذھبي، شمس الدین أبو عبد اللہ محمد بن أحمد بن عثمان سیر اعلام النبلاء مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت 1975ء ج20 ص 280

5۔ السمعاني، الإمام، أبي سعد عبد الكريم بن محمد، التحبير في المعجم الكبير، مطبوعہ دیوان الأوقاف، بغداد 1975ء ج2 ص 161

6۔ الذهبي، شمس الدين محمد، العبر في خبر من غبر، مطبوعہ دار الکتب العلمية بيروت 1983ء ج3 ص 7

7۔ آپ کا نام ابو القاسم محمد بن علی بن طالب رضی اللہ عنہ ہے جو ابن الحنفیہ کے نام سے مشہور تھے۔ علم اور تقویٰ کے لحاظ سے بہت اونچا مقام رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت طاقت دی تھی۔ 21ھ میں پیدا ہوئے تھے اور 81ھ کو مدینہ منورہ میں وفات پاگئے تھے۔ ابان بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے آپ کا جنازہ پڑھ لیا تھا۔ وفیات الاعیان ج4 ص 172

8۔ آپ کا نام جعفر الصادق بن محمد الباقر ہے۔ امامیہ کی مذہب کے مطابق بارہ اماموں میں سے ایک ہے۔ اہل بیت میں سے ہے۔ آپ کو صادق کا لقب دیا گیا ہے کیونکہ بات میں آپ سچے تھے۔ 80ھ کو پیدا ہوئے تھے اور 148ھ کو مدینہ منورہ میں وفات پاگئے تھے۔ اور جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔ وفیات الأعیان ج1 ص 327

9۔ الشهرستاني، أبو الفتح محمد بن عبد الكريم، مفاتيح الأسرار مطبوعہ مرکز البحوث والدراسات، تهران، 1386ھ ص 4,5

10۔ الشهرستاني، أبو الفتح محمد بن عبد الكريم، الملل والنحل، مطبوعہ مكتبة مؤسسة الحلبي، س،ن ج1 ص 150,

11۔ الملل والنحل ج2 ص 16

12۔ الشیخ الصدوق، الإعتقادات في دين الإمامية، مطبوعہ دار المفيد للطابعة والنشر والتوزيع، 1993ء، ص 92

13۔ القمي، سعد بن عبد الله، المقالات والفرق، مطبوعہ مطبعہ حيدري تهران، 1341ھ ص ۲۰

14۔ الملل والنحل ج1 ص 149، 166

15۔ الملل والنحل ج1 ص 163

16۔ مفاتیح الأسرار ص 448

17۔ مفاتیح الأسرار ص 323-322

18۔ الشاطبي، إبراهيم بن موسى، الإعتصام للشاطبي مطبوعہ دار ابن الجوزي للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية 2008م ج3 ص 200

19۔ مفاتیح الأسرار ص 466

20۔ الكليني، محمد بن يعقوب، أصول الكافي، مطبوعہ دار الكتب الإسلامية تهران، طبع ثالث، 1388 ج1 ص 227,286

21۔ الملل والنحل، ج1 ص 28-26

22۔ الملل والنحل ج3 ص 83

23۔ الملل والنحل ج1 ص 163

24۔ السبكي، تاج الدين عبد الوهاب بن تقي الدين، طبقات الشافعية الكبرى السبكي، مطبوعہ دار المعرفة بيروت 1987ء ج4 ص 79

25۔ لسان المیزان ج5 ص 264

26۔ بدران، محمد بن فتح الله، المدخل الى كتاب الملل والنحل مطبوعہ مكتبة انجلو المصرية قاهره، س،ن ص 163

27۔ الحراني، أبو العباس أحمد بن عبد الحليم ابن تيمية، منهاج السنة النبوية مطبوعه جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية1406ھ۔ج 6ص305
28۔ الملل والنحل ج1ص166
29۔ الملل والنحل ج1ص165
30۔ المرجع السابق
31۔ الملل والنحل ج1ص147
32۔ الملل والنحل ج1ص365
33۔ الملل والنحل ج1ص197
34۔ الشهرستاني، أبو الفتح محمد بن عبد الكريم، نهاية الإقدام مطبوعه مكتبة الثقافة الدينية قاهره ص 478-475
35۔ الملل والنحل ج1ص11
36۔ الملل والنحل ج2ص878۔822
37۔ ابوزهره، محمد، ابن حزم، حياته وعصره آراؤه وفقهه، مطبوعة دالفكر العربي، قاهره1954ء ص43
38۔ غرديه، لويس، فلسفة الفكر الديني بين الإسلام والمسيحية، مطبوعه دار العلم للملايين بيروت، س ن۔ ج1ص293